سید شمیم احمد

عہدِ تغلق میں خانقاہی نظام

(پاکستان سے چین تک)

ابن بطوطہ مشرق وسطیٰ اور ترکستان کی سیاحت کرتا ہوا افغانستان کے راستے مغربی پاکستان میں داخل ہوا۔ یہاں سے ہندوستان گیا۔ وہاں محمد تغلق نے اس کو دہلی کا قاضی مقرر کیا۔ اس نے شمالی ہندوستان کے بہت سے شہروں کی سیاحت کی۔ ۷۴۳ھ میں محمد تغلق نے اسے سفیر بنا کر شاہ چین تغائی خاں کے پاس روانہ کیا۔ دہلی سے روانہ ہو کر ابن بطوطہ جنوبی ہند۔ جزائر مالدیپ، لنکا، مغربی بنگال، مشرقی پاکستان، انڈونیشیا، ملائشیا، ہند چینی علاقہ کا سفر کرتا ہوا چین پہنچا۔ مغربی پاکستان سے چین تک کے سفر و قیام کی پوری مدت ۷۳۴ھ سے ۷۴۷ھ تک محیط ہے۔ دوران سفر اسے علماء و مشائخ سے بھی فیض اٹھانے کا موقع ملا۔ مشہور مقابر و زیارت گاہوں کو دیکھنے گیا۔ ابن بطوطہ جملہ دینی و دنیاوی علوم میں ماہر تھا۔ وہ جہاں دیدہ اور تجربہ کار شخص تھا۔ افریقہ و عرب اور ایران و اصفہان اور بلاد ترکستان کی سیاحت کے بعد برعظیم ہند و پاک پہنچا تھا۔ لہذا اس نے اپنے سفرنامہ عجائب الاسفار میں انہی بزرگوں کا ذکر کیا ہے جو اس وقت خاص اور اہم مقام رکھتے تھے۔ اگرچہ اس نے چند ہی بزرگوں کا ذکر کیا ہے اور ان کے حالات بیان کرنے میں بھی اختصار سے کام لیا ہے۔ مگر اس نے جو کچھ لکھا ہے اور جو رائیں ظاہر کی ہیں وہ اہم اور ٹھوس ہیں۔ اس کے بیان سے آٹھویں صدی ہجری کے دوسرے ربع کے علماء و مشائخ کے حالات۔ ان کے اخلاق و کردار۔ اثر و رسوخ اور خانقاہی نظام

کے نظم و ضبط پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ مسلم معاشرہ میں اس نظام نے کافی مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ ہر جگہ خانقاہیں قائم تھیں۔ صوفیائے کرام کا مشن جاری تھا۔

دہلی اور ملتان تو اسلامی ثقافت کے مراکز تھے۔ حد تو یہ ہے کہ کالی کٹ، کولم اور کامرو جیسے علاقوں میں جو دہلی، ملتان اور مسلم ثقافت کے دیگر مراکز سے دور دراز علاقوں میں تھے صوفیائے کرام رشد و ہدایت کا چراغ روشن کیے ہوئے تھے۔ اور صرف یہی نہیں لنکا اور چین تک بزرگانِ دین کا فیض جاری تھا۔

دہلی کے علماء و مشائخ

دہلی اس وقت نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیائے اسلام کا سب سے بڑا شہر تھا۔ اسلامی تہذیب و تمدن کا ایک عظیم مرکز تھا۔ ملک کے گوشے گوشے نیز دوسرے ممالک کے علما و صلحا وہاں موجود تھے۔ ابن بطوطہ نے ان میں سے چند ممتاز مشائخ کا ذکر کیا ہے۔ جن میں شیخ رکن الدین سہروردی، شیخ شہاب الدین حق گو شہید، اور کئی دوسرے ہیں۔

شیخ رکن الدین

حضرت رکن الدین رکن عالم سہروردی شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے پوتے تھے۔ بڑے باوقار شیخ تھے۔ سلطان محمد تغلق ان کی بہت قدر کرتا تھا۔ خلیفہ ابو العباس سے سند خلافت حاصل کرنے کے لیے سلطان نے انھیں کو مصر بھیجا تھا۔ جب شیخ واپس آئے تو سلطان نے ان کی بہت خاطر تواضع کی اور پہلے سے زیادہ احترام کرنے لگا۔ جب وہ بادشاہ کے پاس آتے تو وہ تعظیم کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا۔[1] بطور بخشش جو کچھ عطا کیا اس کی حد نہ تھی۔ ابن بطوطہ کو شیخ رکن الدین سے ملنے کی ہدایت اسکندریہ بن شیخ برہان الدین اعرج نے کی تھی۔ سلاطین دہلی کے

---

[1] عجائب الاسفار جلد دوم ص ۱۱۵، (اردو ترجمہ از خان بہادر محمد حسین)

سلسلہ میں بعض واقعات بھی ابن بطوطہ کو شیخ رکن الدین سے معلوم ہوئے۔ یہ شیخ رہنے والے ملتان کے تھے مگر دہلی آمدورفت رہتی تھی۔

شیخ شہاب الدین

ابن بطوطہ نے شیخ شہاب الدین کا حال کافی تفصیل سے اور خصوصی طور سے کیا۔ اور اوصاف بھی بیان کیے ہیں۔ "شہر کے بڑے مشائخوں اور فاضلوں میں سے تھے۔ یہ چودہ چودہ دنوں تک برابر روزہ رکھتے تھے۔ سلطان قطب الدین اور سلطان محمد تغلق ان کی زیارت کو جاتے تھے اور ان سے دعا کی آرزو رکھتے تھے۔" [۱] سلطان محمد تغلق سے آپ کے تعلقات یکساں نہیں رہے۔ ایک زمانہ میں تو اس نے آپ کا اعتبار و وقار بڑھایا کہ "دیوان المستخرج" افسر بنا دیا۔ یہ بہت اہم محکمہ تھا۔ تمام صوبہ جات اور ماتحت ریاستوں سے خراج و مالیانہ کی وصولی اور دیکھ بھال کا اختیار اسی محکمہ کے ذمہ تھا۔ سلطان محمد تغلق نے ان کی عزت میں اور بھی اضافہ کیا۔ "امیروں کو حکم دیا کہ ان کے سلام کو جایا کریں اور جو کچھ وہ کہیں اس پر عمل کریں۔ یہاں تک کہ بادشاہ کے گھر میں کوئی شخص ان سے اعلیٰ عہدہ پر نہیں تھا۔" [۲] لیکن شیخ شہاب الدین کو سلطان کی ظالمانہ پالیسی پسند نہ آئی، اور وہ علانیہ اس کی مخالفت کرنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شہید کر دیے گئے۔ یہ شیخ سے ملنے والوں پر بھی عتاب نازل ہوا۔ ابن بطوطہ ایک بار ان سے ملنے گیا تھا۔ سلطان کو جب خبر ہوئی تو اسے گرفتار کر لیا اور کافی دنوں تک جیل میں رہنا پڑا۔ زندگی تھی کہ بچ گیا ورنہ قتل کیے جانے والے مجرموں میں اس کا نام بھی آ گیا۔ شیخ شہاب الدین پر سلطان کے مظالم کا ذکر ابن بطوطہ نے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ آپ کا ذکر تاریخ فرشتہ، منتخب التواریخ ملا عبد القادر بدایونی، گلزار ابرار، اور اخبار الاخیار میں بھی ہے۔

---

[۱] عجائب الاسفار، ص ۱۴۵۔

[۲] ایضاً، ص ۱۴۶

دہلی کے علما وصلحا میں چار مزید بزرگوں کا ذکر[۵] خصوصی طور سے کیا ہے۔ اول شیخ محمود کیا۔ لکھتا ہے کہ بڑے بزرگ ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ دست غیب حاصل ہے۔ کیونکہ خرچ بہت کرتے ہیں اور بظاہر کوئی آمدنی کا ذریعہ نہیں۔ ہر مسافر کو روٹی دیتے ہیں۔ روپیہ، اشرفی اور کپڑے تقسیم کرتے ہیں۔ ان سے بہت سی کرامتیں بھی ظاہر ہوتی ہیں۔

یہ پتہ نہیں کہ شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی ہیں یا کوئی دوسرے بزرگ۔ شیخ نصیرالدین کا ذکر ابن بطوطہ نے کہیں پر نہیں کیا ہے حالانکہ وہ اس وقت بہت مشہور تھے۔ دوسرے تذکروں میں شیخ محمود کیا کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

دوسرا نام اس نے شیخ علاءالدین نیلی کا لیا ہے۔ یہ بزرگ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا کے خلیفہ تھے۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ "ہر جمعہ کو وعظ کہتے ہیں اور بہت سے سامع ان کے ہاتھ پر توبہ کرتے ہیں اور سر منڈوا کر صاحب وجد ہو جاتے ہیں۔"

ابن بطوطہ نے تیسرا نام شیخ صدرالدین کہرانی کا لیا ہے۔ اس کی بزرگی و تقوی کا بھی سیاح رطب اللسان ہے۔ بقول ابن بطوطہ شیخ صدرالدین کہرانی "صائم الدہر اور قائم اللیل" اور تارک الدنیا تھے۔ ان کا لباس فقط ایک کمبل تھا۔ بادشاہ اور امرا زیارت کو جاتے تھے مگر وہ سب سے چھپے تھے۔ بادشاہ نے لنگر کے اخراجات کے لیے کچھ دیہات عطا کرنا چاہا مگر شیخ نے انکار کیا۔ ایک بادشاہ نے دس ہزار دینار نذر کیے شیخ نے وہ بھی قبول نہیں کیے۔ تین تین دنوں تک روزے سے رہتے تھے۔

چوتھے بزرگ امام الصالح یگانۂ عصر فرید دہر کمال الدین عبداللہ غاری تھے۔ یہ شیخ نظام الدین اولیا کی خانقاہ کے نزدیک ایک غار میں رہتے تھے۔ اسی غار کی نسبت سے غاری کہے جاتے تھے۔ شیخ شہاب الدین کے قتل سے ابن بطوطہ بے حد متاثر ہوا تھا۔ اور تارک الدنیا

---

[۵] عجائب الاسفار، ص ۵۳، ۵۴

ہوکر حضرت عبداللہ غازی کے پاس چلا گیا اور کئی مہینے تک صبر و سکون کی تلاش میں وہیں رہا۔

سندھ اور شمالی ہندوستان

دہلی پہنچنے سے پہلے ابن بطوطہ سندھ اور ملتان کے شہروں کی سیاحت کرچکا تھا۔ جب وہ سیوستان پہنچا تو شیخ عثمان مرندی کی خانقاہ میں شیخ محمد بغدادیؒ سے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ شیخ کی عمر ایک سو چالیس سال سے زیادہ تھی، اور جب ہلاکو خاں نے بغداد پر حملہ کیا تھا اور خلیفہ کو قتل کیا تھا تو وہاں موجود تھے۔ اس قدر عمر ہونے کے باوجود شیخ محمد بغدادی کا جسم مضبوط تھا اور وہ چل پھر سکتے تھے۔

بھکر میں ابن بطوطہ کی ملاقات شیخ شمس الدین شیرازی سے ہوئی۔ شیخ کی عمر خود ان کے بیان کے مطابق اس وقت ایک سو بیس برس کی تھی۔

اوچ میں سید جلال الدین حیدری علوی سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے اپنا خرقہ بھی سیاح کو عطا کیا۔ یہ خرقہ بہت دنوں تک اس کے پاس رہا۔ جب چین کے سفر کے دوران ہنڈو(؟) ڈاکوؤں نے سمندر میں لوٹ لیا تو دوسرے سامان کے ساتھ یہ بھی نکل گیا۔ ابن بطوطہ نے سید جلال الدین حیدری کو بزرگان صالحین میں شمار کیا ہے۔

اجودھن میں شیخ علاؤ الدین موج دریا بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ تقویٰ کا بہت خیال تھا۔ نہ کسی سے مصافحہ کرتے اور نہ کسی سے قریب ہوتے۔ اگر ان کا کپڑا کسی شخص کے کپڑے سے چھو جاتا تو اسے دھوتے تھے۔ ان کے دو صاحبزادے علم الدین اور معز الدین تھے۔ حضرت

---

۵۱ عجائب الاسفار، ص ۴

۵۲ " ص ۲۱

۵۳ " ص ۲۴ حاشیہ کتاب ص ۳۵

علاؤالدین موج دریا سلطان محمد تغلق کے پیر تھے۔ اس لیے وہ ان کی بہت تعظیم کرتا تھا۔ سلطان نے شہر اجودھن ان کے نام بخشش دیا تھا۔ یہ بزرگ حضرت بابا فرید گنج شکر کے پوتے تھے۔ ابن بطوطہ نے غلطی سے شیخ علاؤالدین کی بجائے شیخ فریدالدین لکھ دیا ہے۔ ان کی ملاقات کی ہدایت بھی اسکندریہ میں شیخ برہان الدین نے کی تھی۔ جب وہ خانقاہ میں شیخ علاؤالدین سے ملنے گیا اور شیخ برہان الدین کا سلام کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ کسی اور کو سلام کیا ہو گا۔

شیخ کے صاحبزادگان علم الدین اور معزالدین بھی عالم و فاضل تھے۔ اجودھن میں ابن بطوطہ نے حضرت باباصاحب کی قبر کی بھی زیارت کی۔

اس زمانہ میں قنوج میں شیخ معین الدین باخرزی رہتے تھے۔ انھوں نے ابن بطوطہ کی ضیافت بھی کی تھی۔ قنوج کے نزدیک ایک جگہ برج بورہ[۵] کے نام سے تھی وہاں ایک نہایت عمدہ خانقاہ تھی جہاں شیخ محمد عریاں نام کے ایک بزرگ رہتے تھے۔ شیخ کا دستور تھا کہ صرف ایک تہ بند باندھے رہتے باقی سارا بدن ننگا رہتا۔ اسی باعث شیخ عریاں کے نام سے مشہور تھے۔ شیخ صالح مصری کے شاگرد تھے۔ جب تاتاری حکمران قازان نے شام و مصر پر حملہ کیا تھا تو تاتاریوں کے خلاف جہاد میں شیخ محمد عریاں نے بھی حصہ لیا تھا۔ یہ لڑائی ۱۳۰۰ء میں ہوئی تھی۔ شیخ اس وقت نوجوان تھے۔

بیانہ میں ایک صالح بزرگ اور عالم امام عزالدین زبیری تھے۔ یہ حضرت زبیرؓ بن العوام صحابی رسول خداؐ کی اولاد میں سے تھے۔

کول یعنی علی گڈھ کے نزدیک شیخ صالح عابد شمس الدین تھے۔ یہ بزرگ تاج العارفین[۶]

---

۵ عجائب الاسفار ص ۵۶، ۲۵۵

۶ ایضاً ص ۱۵۴، ۲۴۷

کے لقب سے مشہور تھے۔ معمر اور نابینا تھے۔ بادشاہ نے قید کر دیا۔ قید خانہ ہی میں انتقال ہوا۔

متھرا اور گوالیار کے درمیان ایک چھوٹا سا شہر موری تھا۔ وہاں شیخ قطب الدین حیدر غازی تھے۔[۵۱] ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ کئی کئی دنوں کے بعد افطار کرتے۔ اکثر اعتکاف اور چلہ میں بیٹھے رہتے۔ اس مدت میں روزانہ چالیس دنوں تک ایک ایک کھجور کھاتے۔ جس وقت ابن بطوطہ ان سے ملا تھا شیخ کی عمر ڈیڑھ سو سال کی تھی۔ اس وقت وہ بیمار بھی تھے۔

مالوہ کے شہر وحصار میں شیخ ابراہیم مالدیپی[۵۲] بھی با اثر بزرگ تھے۔ انھوں نے ایک ٹیلہ پر خانقاہ تعمیر کرائی تھی۔ خربوزے کی کاشت کرتے تھے۔ تمام خربوزے اور اس کی فروخت سے جو آمدنی ہوتی غربا و مساکین میں تقسیم کر دیتے۔ اس کے باوجود خدا نے کچھ ایسی برکت دی کہ کثیر رقم جمع ہو گئی جو انھوں نے شاہی بیت المال میں جمع کرا دی۔

جنوبی ہند

جنوبی ہند کے شہروں میں بھی مسلمانوں کا اثر و رسوخ بڑھتا جا رہا تھا۔ خاص کر ساحلی علاقوں مسلمان تاجروں کی وجہ سے صوفیائے کرام کو تبلیغی کاموں میں بڑی معاونت مل رہی تھی۔ کھمبایت، ہنور، کالی کٹ اور دوسرے شہروں میں بکثرت مساجد، مدارس اور خانقاہیں تھیں۔ علماء، فقہاء، قضاۃ اور مشائخ کی عوام اور امرا میں بڑی وقعت تھی۔

کھمبایت[۵۳] ایک بڑا شہر تھا۔ بہترین بندرگاہ بھی تھی۔ وہاں خوبصورت اور بڑی بڑی مسجدیں

---

۵۱ عجائب الاسفار ص ۲۵۸

۵۲ ایضاً ص ۲۶۳

۵۳ ایضاً ص ۸۱-۲۷۹

تھیں۔ کئی خانقاہیں تھیں۔ مشائخ میں شیخ علی حیدری[۱] سب سے زیادہ مشہور تھے۔ ان کی بزرگی کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ تاجر لوگ سمندر میں ان کے نام کی نذریں مانتے تھے۔ شیخ کی قوت مکاشفہ بڑی زبردست تھی۔ صورت دیکھ کر لوگوں کی نیت بتا دیتے تھے۔ جب قاضی جلال افغانی نے کھمبایت میں بغاوت کی تو شیخ حیدری نے اس کی کامیابی کی دعا کی تھی۔ بغاوت فرو ہونے کے بعد جب محمد تغلق کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھیں شہید کر دینے کا حکم دیا۔

کھمبایت میں دوسرے مشہور بزرگ قاضی ناصر تھے[۲]۔ یہ دیار بکر کے رہنے والے تھے۔ محمد تغلق کو کسی نے بتایا کہ قاضی جلال افغانی کے حق میں قاضی نے بھی دعا کی تھی۔ قاضی ناصر کو جب اس کی خبر ہوئی کہ کسی نے سلطان سے شکایت کر دی ہے تو وہ اس خوف سے کہ کہیں شیخ حیدری کی طرح وہ بھی قتل کر دیے جائیں فرار ہو گئے۔

خواجہ اسحاق بھی بہت باثر صوفی تھے۔ ان کی خانقاہ میں ہر مسافر کو کھانا ملتا تھا۔ فقراء و مساکین کو نقد روپے بھی ملتے تھے۔

کھمبایت اور اس کے قریب کے علاقوں میں حیدری فقراء کا بڑا اثر تھا۔ جزیرہ بیرم کی مسجد میں جو خواجہ خضر اور حضرت الیاس کے ناموں سے منسوب تھی ابن بطوطہ کو حیدری فقیروں کا ایک گروہ ملا۔ ان کا شیخ بھی ساتھ تھا۔

بمبئی کے علاقہ میں ہنور کے شہر[۳] میں مسلم ثقافت عروج پر تھی۔ شہر کے باشندے زیادہ تر شافعی مذہب کے تھے۔ شیخ محمد ناگوری اور فقیہ اسمٰعیل صوفی باصفا اور متقی و پرہیزگار بزرگ

---

۱ عجائب الاسفار ص ۵۶-۱۵۵ و ۱۹۹

۲ ایضاً ص ۲۸۱

۳ ایضاً ص ۸۸-۲۸۶

تھے۔ ہنور میں مسلم خواتین کی تعلیم و تربیت کا بھی بہت اعلیٰ انتظام تھا۔ لڑکیوں کے لیے تیرہ مکتب تھے۔ بہت سی عورتیں حافظ قرآن تھیں۔ عورتوں کی دینی تعلیم کے اعتبار سے یہ ایک مثالی شہر تھا۔ وہاں کی بندرگاہ بھی مشرق کی بڑی بندرگاہوں میں شمار ہوتی تھی۔ وہاں یشخ شہاب الدین گازرونیؒ بہت عظیم المرتبت بزرگ تھے۔ چین اور ہندوستان کے جو لوگ خواجہ ابواسحاق گازرونی کی منت مانتے تھے وہ تمام نذرانے یشخ شہاب الدین گازرونی کو پیش کرتے تھے۔

کولم میں یشخ فخر الدینؒ کی خانقاہ تھی۔ یہ یشخ شہاب الدین گازرونی کے لڑکے تھے۔

مالدیپ کے ایک جزیرہ میں یشخ نجیب کی خانقاہ بہت مشہور تھی۔ لوگ اس خانقاہ کی زیارت کو جایا کرتے تھے۔

دریائے کاویری کے کنارے پٹن میں یشخ صالح محمد نیشاپوریؒ کی ذات بڑی قابل قدر تھی۔ یہ مجذوب الحال یشخ تھے۔ ایک سنگی مسجد میں رہتے تھے۔ سر کے بال بڑے بڑے تھے اور شانوں پر جھولتے تھے۔ انھوں نے سات لومڑیاں پال رکھی تھیں۔ یہ اتنی مانوس تھیں کہ ساتھ بیٹھ کر کھاتی تھیں۔

یشخ جلال الدین تبریزی

مشائخ ہند میں سب سے زیادہ اوصاف ابن بطوطہ نے یشخ جلال الدین تبریزی کے بیان کیے ہیں۔ جنوبی ہند اور جزائر مالدیپ اور لنکا کی سیاحت کے بعد چین جانے کے ارادے سے بنگال پہنچا تو یشخ جلال تبریزیؒ کی زیارت کو کامرو گیا۔ بنگال کی بندرگاہ ساتگام سے کامرو کا سفر

۱؎ عجائب الاسفار ص ۳۰۰

۲؎ ایضاً ص ۳۰۶

۳؎ ایضاً ص ۶۸-۳۶۷

۴؎ ایضاً ص ۸۵-۳۸۳

ایک مہینے میں طے ہوا۔ یہ شیخ اپنے وقت کے قطب تھے۔ کامروکے علاقے میں انھی کی تبلیغ اور جدوجہد سے اسلام پھیلا تھا۔ ہندو مسلمان سب لوگ ان کی زیارت کو جاتے تھے اور نذر پیش کرتے تھے۔ ان کی خانقاہ غار سے باہر تھی۔ وہاں پر کوئی آبادی نہ تھی۔ شیخ کا گزر اوقات گائے کے دودھ پر تھا جو انھوں نے خود پال رکھی تھی۔ تمام تحائف و نذرانے فقرا و مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ شیخ کی عمر ڈیڑھ سو سال کے قریب تھی۔ جس وقت خلیفہ معتصم باللہ کو بغداد میں قتل کیا گیا شیخ وہیں موجود تھے۔ ابن بطوطہ نے شیخ کی بعض کرامتیں بھی بیان کی ہیں۔ شیخ ماردین کے اونی کپڑے کا چغہ پہنے ہوئے تھے۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ کاش یہ چغہ اسے مل جاتا۔ شیخ کو کشف سے پتہ چل گیا اور انھوں نے وہ چغہ ابن بطوطہ کو دے دیا۔ خانقاہ میں رہنے والے فقیروں نے بتایا کہ شیخ کہہ رہے تھے کہ ایک کافر بادشاہ یہ چغہ "مغربی" (ابن بطوطہ) سے چھین لے گا۔ اور وہی ہوا۔ جب وہ چین کے شہر خنسا میں پہنچا تو وہاں کے امیر کے ساتھ بادشاہ کے پاس گیا۔ اتفاق سے یہ چغہ پہنے ہوئے تھا۔ بادشاہ کو چغہ بہت پسند آیا۔ مجبوراً ابن بطوطہ نے چغہ اتار دیا۔ حضرت شیخ جلال کی پیش گوئی صحیح نکلی۔ دوسرے سال جب وہ خنسا سے چین کے دارالسلطنت خان بالق پہنچا تو وہاں حضرت برہان الدین صاغرجی کو وہی چغہ پہنے دیکھا۔ ابن بطوطہ کو بہت حیرت ہوئی۔ شیخ برہان الدین نے بتایا کہ شیخ جلال نے یہ چغہ دراصل میرے لیے تیار کرایا تھا اور خط لکھا تھا کہ فلاں شخص کی معرفت چغہ تیرے پاس پہنچے گا۔ ابن بطوطہ نے وہ خط دیکھا۔ اس واقعہ سے وہ شیخ جلال کی بزرگی کا اور بھی قائل ہو گیا۔

بعض اسکالروں کا خیال ہے کہ ابن بطوطہ کی ملاقات دراصل شاہ جلال مجرد یمنی سے ہوئی تھی، جن کا مزار سلہٹ میں ہے۔ چونکہ جلال تبریزی مشہور ولی اللہ گزرے ہیں اور بنگال ہی میں انھوں نے تبلیغ کی تھی، اس لیے اس نے نام کی یکسانیت سے دھوکا کھایا ہے۔ رہا یہ بیان کہ شیخ کی عمر کافی تھی۔ ڈیڑھ سو سال کی عمر پا کر وصال فرمایا اور وہ خلیفہ معتصم باللہ کے قتل

کے وقت بغداد میں موجود تھے، تو یاد رہے کہ وہ سیوستان کے شیخ محمد بغدادی کے بارے میں بھی یہی لکھتا ہے کہ "شیخ کی عمر ایک سو چالیس سے زیادہ ہے اور وہ خلیفہ مستعصم باللہ کے قتل کے وقت بغداد میں موجود تھے۔[1]

مالدیپ، لنکا، اور چین

جنوبی ہند کے بعد وہ جزائر مالدیپ چلا گیا۔ وہاں مسلمانوں کی حکومت تھی۔ اس علاقہ میں شیخ ابوالبرکاتؒ مغربی نام کے کسی بزرگ نے اسلام پھیلایا تھا۔ شیخ کے اخلاق و کرامات سے متاثر ہو کر مالدیپ کا راجہ مسلمان ہو گیا۔ پھر عوام میں رفتہ رفتہ اسلام پھیلتا گیا۔ وہاں کے مسلمان مالکی تھے۔ لنکا میں اگرچہ مسلمانوں کی حکومت نہیں تھی اور ان کی آبادی بھی زیادہ نہ تھی مگر صوفیائے کرام وہاں بھی پہنچ چکے تھے۔ وہاں کے حکمرانوں اور عوام میں ان کی کافی وقعت تھی۔ لنکا کی بندرگاہ سلاوات میں لوگوں کو شیخ عبداللہ بن خفیفؒ سے بڑی عقیدت تھی۔ شیخ خفیف حضرت آدمؑ کے قدم مبارک کی زیارت یا تبلیغ کی غرض سے جب وہاں پہنچے، ان کے ساتھیوں نے ایک ہاتھی بچے کو مارا اور اس کا گوشت پکا کر کھا گئے۔ شیخ کے منع کرنے پر لوگ نہ مانے۔ جب رات کو سب سو گئے ایک ہاتھی آیا اور اس نے تمام لوگوں کو ہلاک کر ڈالا، اور شیخ کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر آبادی میں چھوڑ آیا۔ اس واقعہ کا اثر یہ ہوا کہ سلاوات کے لوگوں کو مسلمانوں سے محبت و عقیدت ہو گئی۔ شیخ عبداللہ خفیف کو وہ لوگ شیخ کبیر کہتے تھے۔ لنکا کے ایک دریا میں شیخ خفیف کو دو نہایت گراں بہا یاقوت ملے تھے جسے انھوں نے وہاں کے راجہ کو دیدیا۔ اس کا بھی اچھا اثر قائم ہوا تھا۔ لنکا کے قیام کے دوران میں گرمی کے موسم میں شیخ خفیف آت قلعہ میں قیام کرتے تھے۔ ابن بطوطہ کو کوہ آدم کے راستے میں مسلم فقراء کے بہت

---

[1] عجائب الاسفار، ص ۳۲۱-۳۲۰۔

[2] ایضاً ص ۳۴۲ تا ۳۴۴، ۳۴۶، ۳۴۸

سے آشنا رہے تھے۔ لنکا میں شیخ عثمان شیرازی[۱] کی لوگ بہت تعظیم کرتے تھے۔ ایک مسجد بھی تھی۔

چین کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں مسلمانوں کے محلے آباد تھے۔ جہاں مسجدیں اور خانقاہیں بھی تھیں۔ مسلمانوں کے معاملات کی نگرانی کے لیے قاضی اور شیخ الاسلام ہوتے تھے۔ زیتون کے شہر میں شیخ الاسلام کمال الدین عبداللہ اصفہانی ایک بزرگ شخص تھے۔ اسی شہر میں شیخ برہان الدین گازرونی[۲] کی خانقاہ تھی۔ شیخ ابواسحاق گازرونی کی منت ماننے والے تمام تحائف و نذرانے شیخ برہان الدین کو پیش کرتے تھے۔

چین کے دارالسلطنت خان بالق میں شیخ برہان الدین صاغرجی[۳] رہتے تھے۔ یہ بڑے با اثر شیخ تھے۔ سلطان محمد تغلق نے چالیس ہزار دینار بطور نذرانے بھیجے تھے اور شیخ کو دہلی بلایا تھا۔ شیخ نے دہلی جانے سے انکار کیا۔ البتہ نذرانہ قبول کر لیا اور اس سے اپنا قرضہ ادا کر دیا۔ شاہ چین بھی ان کا بہت احترام کرتا تھا۔ تمام مسلمانوں کا شیخ بنا کر صدر جہاں کا خطاب دیا تھا۔ خان بالق میں ابن بطوطہ کا قیام انھیں کی خانقاہ میں تھا۔ شیخ برہان الدین صاغرجی سے شیخ برہان الدین تبریزی کے تعلقات دوستانہ اور مخلصانہ تھے۔ انھیں سے ابن بطوطہ کو شیخ جلال کے وصال کی خبر ملی تھی۔

مشائخ اور سلاطین

سلطان محمد تغلق کا رویہ علما و مشائخ کے سلسلہ میں اچھا نہ رہا۔ اگرچہ اس نے شیخ رکن الدین سہروردی۔ شیخ علاؤالدین موج دریا اور بعض دوسرے لوگوں کی خوب قدردانی کی۔ خانقاہوں اور

۱؎ عجائب الاسفار ص ۳۴۵

۲؎ ایضاً ص ۴۱۷

۳؎ ایضاً ص ۴۳۲

لنگر خانوں کے اخراجات کے لیے روپے اور جاگیریں عطا کیں ۔ مگر متعدد ممتاز اور عظیم المرتبت بزرگوں کی خونریزی کی گئی[۵۱] جو تبلیغ و ہدایت کی راہ میں یقیناً رکاوٹ ثابت ہوئی ۔ شیخ شہاب الدین ۔ شیخ ہو ۔ شیخ علی حیدری ۔ شیخ تاج العارفین ۔ فقیہ عفیف الدین کاشانی اور دوسرے علماء کا قتل یقیناً سنگین جرم تھا ۔ لیکن بعض امراء و دولت مند اشخاص کی طرف سے تبلیغی کاموں کی سرپرستی بھی ہو رہی تھی ۔ خانقاہیں اور مسجدیں تعمیر کی جاتیں ۔ لنگر خانے کھولے جاتے ۔ بھکر میں حاکم سندھ کشلو خاں کی بنوائی ہوئی خانقاہ[۵۲] بہت مشہور تھی ۔ وہاں مسافروں کو کھانا ملتا تھا ۔ شاہی امراء میں قتلو خاں فقراء و مساکین کے ساتھ بہت فیاضی سے پیش آتا تھا ۔ امیر الامراء عزالدین ملتانی اعظم ملک بھی مخیر تھا ۔ حکمرانوں میں سب سے زیادہ دیندار اور تبلیغ و اشاعت کی مہم کی حوصلہ افزائی کرنے والا بنگال کا فرماں روا سلطان[۵۳] فخر الدین مبارک شاہ تھا ۔ وہ فقراء اور صوفیاء سے اس قدر محبت رکھتا تھا کہ اس نے ایک صوفی شیدا[۵۴] کو اپنا نائب مقرر کیا تھا ۔ سلطان کا حکم تھا کہ دریا میں فقیروں سے کوئی کرایہ نہ لیا جائے ۔ ان کو کھانے کو دیا جائے ۔ جب کوئی فقیر شہر میں پہنچتا تو اسے بادشاہ کی طرف سے نصف دینا رنذرانہ ملتا ۔ اس قسم کی پالیسی کا اثر بنگال میں اسلام کے حق میں بہت اچھا ہوا ۔

مغربی گھاٹ اور مالابار کے شہروں میں عموماً تاجر اور جہاز راں مسجدیں اور خانقاہیں بنواتے تھے ۔ خانقاہیں محض عرس اور قوالی کے لیے نہیں ہوتی تھیں ۔ ان کی حیثیت مکمل تربیت گاہ کی ہوتی تھی ۔ وہاں دینی علوم سکھائے جاتے ۔ شریعت کے اسرار و رموز سے آگاہ کیا جاتا ۔ تبلیغ و ہدایت کی تربیت دے کر مبلغین تیار کیے جاتے ۔ لوگوں کے اخلاق و کردار کی اصلاح

---

۵۱ عجائب الاسفار ص ۵۹-۱۴۲

۵۲ ایضاً ص ۱۹

۵۳ ایضاً ص ۳۰۵

۵۴ ایضاً ص ۳۰۶

کے لیے مؤثر طریقے پر وعظ کیے جاتے۔ خانقاہوں میں مسافروں اور فقرا کو قیام کرنے کی اجازت ہوتی تھی۔ انھیں وہاں سے کھانا بھی ملتا۔ لنگر خانے سے غربا و مساکین کو خوراک مہیا کی جاتی۔ بعض خانقاہوں سے نقد رقم بھی لوگوں کو دی جاتی تھی۔ صوفیائے کرام بڑے بلند کردار ہوتے تھے اصول اور حق پرستی کے لیے وہ اعلیٰ سرکاری عہدوں کو بھی ٹھکرا دیتے تھے۔ جبر و استبداد کے خلاف صدائے حق بلند کرتے اور رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش کرتے۔ اپنے موقف پر سختی سے ڈٹ جاتے تھے۔ اور جان کی بازی لگا دیتے۔ اسی بلند کرداری کی وجہ سے مشائخ کا ہر طبقہ میں بے حد احترام تھا۔ بھکر اور ملتان سے سلہٹ اور خان بالق تک خانقاہی نظام عروج پر تھا۔ ابن بطوطہ نے ہندوستان کے مشائخ میں اپنے معاصرین کے علاوہ ضمناً خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید، سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء، شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ ان بزرگوں کے مزارات کی زیارت کو بھی گیا۔ بہرائچ میں حضرت سالار مسعود غازی کے مزار پر بھی حاضر ہوا مگر خواجہ غریب نواز کا اس کے سفرنامہ میں کہیں نام نہیں ملتا۔

بارگاہِ رسالتؐ میں سلامِ شوق

محمد جعفر پھلواروی

تیری آمد سے جگ میں اجالا ہوا — رتبۂ آدمیت دوبالا ہوا
حق کا کونین میں بول بالا ہوا — پورا یوں مقصدِ حق تعالیٰ ہوا

السلام اے حبیبِ خدا السلام
السلام السلام السلام السلام

تجھ سے روشن ہوا عالمِ شش جہات — تو نے مُردوں کو بخشی ہے تازہ حیات
جاگ اٹھی تیری آواز سے کائنات — سربسجدہ ہوئے سارے لات و منات

السلام اے حبیبِ خدا السلام
السلام السلام السلام السلام

تیرے صدقے میں اے رحمتِ عالمیںؐ — حکمراں ہو گئے جو تھے صحرا نشیں
دب گئے تیری شوکت سے اعدائے دیں — ہو گئے فارس و روم زیرِ نگیں

السلام اے حبیبِ خدا السلام
السلام السلام السلام السلام

تو نے انساں کو بخشا مقامِ بلند — تیرے پیغام سے سب ہوئے ارجمند
مٹ گئے امتیازاتِ پست و بلند — خواجگی بندگی کی ہوئی راہ بند

السلام اے حبیبِ خدا السلام

السلام السلام السلام السلام

تیرا قرآں میں مذکور خلقِ عظیم ۔۔۔ تو ہے بالمومنین رؤف رحیم
ہے ہر اک کے لیے فیض تیرا عمیم ۔۔۔ علم تیرا محیط جدید و قدیم

السلام اے حبیب خدا السلام

السلام السلام السلام السلام

بھیک کا ٹھیکرا لے کے ہم آ گئے ۔۔۔ چھوڑ کر ہم کہاں جائیں در کو ترے
یہ تو تیری خوشی بھیک دے یا نہ دے ۔۔۔ تیرے در کے بھکاری صدا کر چلے

السلام اے حبیب خدا السلام

السلام السلام السلام السلام

سبز گنبد کی آرامگہ کے مکیں ۔۔۔ حاصلِ کائنات و زمان و زمیں
ہم ہوں جیسے بھی لیکن ہے اتنا یقیں ۔۔۔ ہم گنہ گار، تو شافع المذنبیں

السلام اے حبیب خدا السلام

السلام السلام السلام السلام

اس طرف بھی عنایت کی ہو اک نظر ۔۔۔ آئے ہیں تیری چوکھٹ پہ باچشمِ تر
آرزو ہے یہ سر ہو ترا سنگِ در ۔۔۔ نکلے جانِ حزیں تیری دہلیز پر

السلام اے حبیب خدا السلام

السلام السلام السلام السلام

یہ ندامت کے آنسو ہوں تجھ پر فدا ۔۔۔ اے شہ دوسرا اے حبیبِ خدا
ہو رہے ہیں ترے در سے اب ہم جدا ۔۔۔ دے رہے ہیں بڑی دیر سے یہ صدا

السلام اے حبیب خدا السلام

السلام السلام السلام السلام